تحقیقی مقالہ

موضوع: حضرت علیؑ اور عدالت

نگارش: محمد عباس کمیلی

رول نمبر: 2524

استاد راہنما: مولانا انتصار حیدر جعفری

استاد مشاور: مولانا احمد حسین فخر الدین

کلاس: علوم قرآن (لمعہ پنجم، ششم)



محلّ تحقیق: جامعۃ الکوثر اسلام آباد

سال تحصیلی: 2013,2014

تاریخ: 27-03-2014

موضوعات

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و صلّی اللہ علیٰ سیّدنا محمّد و اٰلہ الطیّبین الطاہرین و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین الیٰ قیام یوم الدّین۔

عدل اتنا اہم اور وسیع موضوع ہے کہ ابتدائے اسلام سے امت مسلمہ کے درمیان موضوع بحث رہا ہے کیوں کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدالت بہت ضروری ہے۔ دنیا میں عدل قائم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ہر قسم کے افراط و تفریط کا شکار ہے، عدل قائم نہ ہونے کی وجہ سے غریب لوگوں کو پسا جا رہا ہے، ہر فرد چاہتا ہے کہ عدالت قائم ہو لیکن عملی میدان میں کوئی بھی شخص آگے نہیں بڑھتا ہے۔

عقائدِ امامیہ میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ عدل کی اہمیت اس سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ خداوند ازلی وابدی کی لامحدود صفات میں سے صرف "عدل" کو ہی اصول دین میں شامل کیا گیا ہے۔

عدل الٰہی سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم کی ذات عین عدل ہے اور اس کے تمام افعال عین عدالت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی معاملے میں بھی اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کا ہر فعل عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ اس نے اپنے کارخانہ قدرت کو قانونِ عدل پر ہی قائم رکھا ہوا ہے۔ وہ نہ صرف خود عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے بلکہ اپنے بندوں کو بھی یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کریں چنانچہ سورۂ المائدہ آیت 8 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى"۔

''اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے۔''

اللہ وحدہ لاشریک اس بات پر شاہد ہے کہ اُس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہاں میں منصفِ اعلیٰ بنا کر بھیجا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام بہت جلد عام لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا۔ ورنہ آپ سے قبل دنیائے عرب جہالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبکیاں کھا رہی تھی۔ ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ حقیقی انصاف نام کی چیز دنیا سے ناپید تھی۔ حالانکہ عدل وانصاف کرنا سب سے مقدم اور اہم فریضہ ہے اس لیے کہ عدل وانصاف کے بغیر معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا اور نہ انسانی حقوق کی ادائیگی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آپ نے عدل وانصاف کو قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس متاعَ بے بہا کو دنیا میں اس طرح متعارف کروایا کہ آپ کے فیصلوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

سردارانِ قریش: قریش اور عرب کے سرداروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: ہم تمہارے پاس کیسے آکر بیٹھیں، تمہاری مجلس میں ہر وقت غریب، مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو ہم آکر بیٹھیں گے۔ مگر وہ نبی جو رنگ و نسل، خاک و خون کے بتوں کو توڑنے کے لئے آیا تھا، اُس نے ان سرداروں کی خاطر

غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا جو اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ آپ کی نظر میں ذات پات کی کوئی تمیز اور ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

اسی طرح مولا امیر کائنات حضرت علیؑ بھی عدالت کے وہ پیکر تھے کہ آغاز اسلام کے مسلمانوں کی علیؑ کے ساتھ مخالفت اور دشمنی کے اسباب میں سے ایک اہم عنصر مولا علیؑ کی وہ صفت تھی جسے لوگ آپؑ کی کمزوری سمجھتے تھے وہ لوگ مولا علیؑ کے دوسرے فضائل کا اعتراف کرتے تھے لیکن اپنی سوچ کے مطابق ان کی ایک صفت جسے وہ ان کا عیب یا کمزوری شمار کیا کرتے تھے اور اعتراض کیا کرتے تھے، وہ یہ تھا کہ بقول ان کے "علیؑ بہت سخت گیر ہیں ان میں کسی قسم کی لچک نہیں پائی جاتی وہ بال کی کھال اتارتے ہیں اور حد سے زیادہ کسی بات کا موخذہ کرتے ہیں خاص کر ان مطالب کے بارے میں جو شرعی احکام سے تعلق رکھتے اور حقوق الناس اور بیت المال سے ان کا تعلق ہوتا ہے اس بارے میں تو بہت ہی سخت گیری سے کام لیتے ہیں"۔

حضرت علیؑ بیت المال اور اسلامی معاشرہ کے بارے میں اس قدر سختی سے کام لیتے تھے کہ بہت سے لوگ اس سے اکتا گئے تھے حتیٰ کہ آپؑ کے بہت سے قریبی دوستوں کیلئے بھی یہ بات ناقابل برداشت تھی، مولاؑ کی اس قسم کی کڑی سختی خاص کر بیت المال کے معاملے میں اس بات کا باعث بن گئی کہ آپؑ کے دوستوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا، اب مخالفین کے بارے میں تو آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

خلاصتاً حضرت علیؑ کی زندگی پہ نظر دہرایا جائے تو آپؑ کی زندگی کے ہر پہلو میں عدالت نظر آتی ہے، اسی لیے آپؑ کو **"قتیل العدالت"** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علیؑ کی عدالت کے ہر پہلو کو ایک مقالے کے اندر سمایا نہیں جاسکتا، لہذا اس مقالے میں علیؑ کی عدالت کے چند پہلو کو ذکر کریں گے۔

عدالت کی تعریف

لغوی تعریف:

کتاب صحاح میں جوہری نے عدل کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ عدل جور کی ضد ہے، کہا جاتا ہے **"عدل علیہ فی القضیۃ فھو عادل"** یعنی قضاوت میں اُس کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کیا اس بناء پر وہ عادل ہے۔ حوالہ:(1)

اور القاموس المحیط میں جو معنی بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ عدل ضد جور ہے اور اسی طرح ہر وہ چیز جو سچائی اور حقیقت پر مبنی ہو، مثل **عدالۃ و عدولۃ و معدِلۃ و معدَلۃ** ۔ حوالہ:(2)

اصل عدل کا لفظ مصدر ہے اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے **رجلٌ عدلٌ ،رجلٌ عادلٌ و رجالٌ عدلٌ**۔ عدل دو قسم پر ہوتے ہیں۔ اول: عدل مطلق جو عقلا مستحسن ہوتا ہے یہ نہ تو کسی زمانے میں منسوخ ہوا ہے اور نہ ہی کسی اعتبار سے تعدی کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے مثلاً کسی کے احسان کے بدلے میں اس پر احسان کرنا اور جو تمہیں تکلیف نہ دے اسے ایذارسانی سے باز رہنا۔ دوم: عدل شرعی جسے شریعت نے عدل کہا ہے اور یہ منسوخ بھی ہو سکتا ہے جیسے قصاص، جنایات کی دیت وغیرہ۔ حوالہ:(3)

المفردات فی غریب القرآن میں لکھا ہے۔ **"فانّ العدل ھو المساواۃ فی المکافاۃ ،ان خیراً فخیرٌ و ان شرّاً فشرٌّ "** مکافاۃ میں برابری کرنے کو عدل کہا جاتا ہے، اچھائی کا بدلہ اچھائی اور بُرائی کا بدلہ بُرائی۔ حوالہ:(4)

ان تعریفوں سے یہ بات مشخص ہوتی ہے کہ عدالت لغت میں استقامت کے معنی میں ہے اور اس طرح وہ شخص عادل ہے جس سے کوئی شبہ ظاہر نہ ہو۔ پس ایسے شخص کو عادل کہا جاتا ہے جس سے لوگ راضی ہوتے ہیں اور برائے شہادت (گواہ کے لیے) اُسے قبول کرتے ہیں۔

اصطلاحی:

کتاب مفھوم عدالت صحابہ میں ابو عبد اللہ الذھبی نے "امام غزالی" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ عدالت سے مراد سیرت اور دین کی استقامت ہے۔ اور اپنے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری کو اس طرح سے راسخ کرے کہ لوگ اس پر اعتماد کرے، لیکن یہ شرط نہیں ہے کہ تمام گناہوں سے معصوم ہو، البتہ صرف گناہان کبیرہ سے بچے رہنا کافی نہیں ہے بلکہ گناہان صغیرہ سے بھی بچے رہنا جیسے چوری کرنا، چاہے وہ ایک پیاز کی چوری ہی کیوں نہ ہو یا ایک دانہ گندم یا چاول ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ بعض مباحات سے بھی دوری ضروری ہے جیسے راستے میں کھڑے ہو کر کھانا کھانا، بہت زیادہ شوخی ہونا وغیرہ۔ حوالہ:(5)

عادل سے مراد انسان واجبات کو انجام دے اور حرام کاموں کو ترک کرنے کو عدالت کہا جاتا ہے۔ اور عادل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بظاہر ایک اچھا شخص ہو اور اس کے اہل محلّہ، ہمسائیوں یا ہم نشینوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ اس کی اچھائی کی تصدیق کریں۔ حوالہ:(6)

گویا عدل و انصاف کے معنی ہیں ہر ایک انسان اور ذی روح سے یکساں اور مناسب سلوک کرنا، تمام لوگوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنا، امیر و غریب، گورے کالے، عربی عجمی، اور شاہ گدا کی تمیز کو ختم کرنا۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے مقام پر اسی طرح سے رکھا جائے تا کہ صاحب حق کو اس کا حق مل جائے۔

عدالت قرآن کی نظر میں

عدل وقسط جو ظلم وجور کی ضد ہیں، زندگی کے ان اہم مسائل میں سے ہیں، جن کا قرآن نے بہت ذکر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں لفظ "عدل" اپنے سارے مشتقات کے ساتھ 72 مرتبہ آیا ہے مختصر یہ کہ جہاں بھی معاشرہ انسانی کے عدل وقسط کا ذکر ہو گا وہاں لازمی طور پر قرآن عدل وقسط کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے اور آدمی کو عدل کے راستے سے ہر طرح کے انحراف سے روکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سورہ حجرات آیت 9 میں ارشاد فرماتا ہے : **فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا انّ اللہ یحب المقسطین۔**

" دشمنی رکھنے والے دو گروہوں میں عدل وقسط کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کو اختیار کرو کہ خدا قسط اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

آیت اللہ جعفر سبحانی اپنی کتاب " قرآن کا دائمی منشور " میں لکھتے ہیں۔

"کچھ لوگوں کی نظر میں بظاہر قسط وعدل دو مترادف الفاظ ہیں اور ان کا ایک ہی معنی ہے جس طرح ظلم وجور کے بھی ایک ہی معنی ہیں اور تاکید کے لیے اکھٹے لائے جاتے ہیں مگر آیات قرآنی اور احادیث اسلامی اور عربی لغات کی طرف توجہ کرنے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں کہیں لفظ قسط لفظ عدل کے ساتھ آتا ہے، اس سے مراد قسط اقتصادی اور حقوق واموال میں انصاف ہے۔ اگر یہ قانون کلی نہ بھی کہا جا سکے تو اس کے اکثر معنی یہی ہوتے ہیں۔" حوالہ:(7)

اسی طرح سورہ ھود کے آیت 85 میں اللہ فرماتا ہے : **و یقوم اوفوا المکیال ولمیزان بالقسط "۔**

اے قوم! "ناپ تول کا حق عدل کے ساتھ ادا کرو"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سورہ نساء آیت 135 میں ارشاد فرماتا ہے : "**یٰآیّھا الّذین اٰمنوا کونو قوّامین باالقسط ِ شُھدآءَ لِلّٰہِ و لو علی ٰانفسکم او الوالدین و الا قربین ان یّکن غنیّاً او فقیرا ً فا اللہ ُ اولی ٰ بھما فالاتتّبِعُوا الھوٰی ان تعدلو و ان تلوُا او تعرضوا فاِنَّ اللہ کان بما تعملون خبیرا ً**"۔

"اے ایمان والو، مکمل طور پر عدالت کے ساتھ قیام کرو، خدا کے لیے گواہی دو اگرچہ یہ خود تمھارے لیے یا تمھارے والدین کے لیے یا تمھارے اقراباء کے لیے تقصان دہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اگر غنی یا فقیر ہوں تو خدا حق رکھتا ہے کہ ان کی حمایت کرے اس لیے ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو، اس طرح تم حق سے منحرف ہو جاؤ گے۔ اور اگر حق میں تحریف کرو گے یا اس کے اظہار سے اعراض کرو گے تو تم جو کچھ انجام دیتے ہو خدا اس سے آگاہ ہے"۔

آیت اللہ ناصر مکارم شیر ازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن عباس سے منقول ایک حدیث سے معلوم ہو تا ہے کہ نو مُسلم افراد مدینہ میں آجانے کے بعد بھی رشتہ داری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے عزیزوں کے نقصان میں گواہی دینے سے احتراز کرتے تھے۔ مندرجہ بالا آیت اسی ضمن میں نازل ہوئی اور اس کے ذریعے ایسے لوگوں کو تنبیہ کی گئی۔ جیسا کہ آیت اشارہ کر رہی ہے یہ کام روحِ ایمان سے مطابقت نہیں رکھتا۔ حقیقی مؤمن وہی ہے جو حق اور عدالت کے سامنے کسی کی لحاظ نہ کرے یہاں تک کہ اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے مفادات کی پرواہ نہ کرے۔ اس جملے سے ضمنی طور پر معلوم ہو تا ہے کہ عدالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے رشتہ دار ایک دوسرے کے نفع یا نقصان میں گواہی دے سکتے ہیں (ہاں البتہ اس میں اس تہمت کا اندیشہ نہ ہو کہ طرفداری یا تعصب سے کام لیا جارہاہے)" حوالہ: (8)

اسی طرح سورہ مائدہ آیت 8 میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ترجمہ: "اے ایمان والو! ہمیشہ خدا کے لیے قیام کرو اور عادلانہ گواہی دو اور کسی گروہ کی دشمنی تمھیں ترک عدالت کی طرف نہ لے جائے۔ عدل کرو کہ وہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے آگاہ ہے"

پھر سورہ انعام آیت 152 میں ارشاد فرماتا ہے: ترجمہ: "اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر یہ کہ بطریق احسن (اصلاح کے لیے) ہو، یہاں تک کہ وہ سنِ تمیز کو پہنچ جائے، اور انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرنا، ہم کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ ذمہ داری عائد نہیں کرتے، اور جس وقت کوئی بات کرنا تو عدالت کا خیال رکھنا چاہیئے وہ عزیز و اقراباء کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو، یہ وہ چیز ہے جس کی خدا تمہیں تاکید کرتا ہے تا کہ تم اسے یاد رکھو"۔

سورہ اعراف آیت 29 میں قیام عدالت کے بارے میں خدا فرماتا ہے : **"قُل امر ربِّی بالقسط"**

(اے میرے رسول!) "کہہ دو کہ میرے پروردگار نے عدالت کا حکم دیا ہے"۔

اسی طرح سورہ نحل آیت 90 میں عدل و احسان کرنے اور اپنے پروسیوں، ہمسایوں، رشتہ داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ فرماتا ہے: **"ان العدل یامر بالعدل والاحسان و ایتآئ ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون "**۔

"اللہ عدل و احسان اور قریبوں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں، نافرمانیوں اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم سبق لو۔

عدل وہی قانون ہے جس کے محور تمام نظام ہستی گردش کرتا ہے آسمان و زمین اور تمام موجودات عدالت کے ساتھ قائم ہیں۔ انسانی معاشرہ اس وسیع عالم ہستی کا ایک گوشہ ہے۔ یہ معاشرہ عالم ہستی کے اس عمومی قانون سے الگ نہیں ہو سکتا اور عدل کے بغیر صحیح طرح اپنی زندگی جاری نہیں رکھ سکتا۔

عدالت حدیث کی نظر میں

عدلِ الٰہی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں: **"من اذنب فی الدنیا ذنباً فعوقب علیہ فاللہ اعدل من ان یثنی عقوبتہ علی عبدہ"۔**

"جس نے گناہ کبیرہ کیا دنیا میں اس کو اسی کی سزا مل گئی تو آخرت میں عقاب نہیں ہو گا۔ خدا اس سے عادل تر ہے۔ حوالہ:(9)

عدل کے بارے میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں: **"العدل الاساس بہ قوام العالم"۔**

"عدل ایسی اساس ہے جس پر کائنات کا نظام قائم ہے۔ حوالہ:(10)

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں: **"عدل ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ قیام لیلھا و صیام نھارھا وجور ساعۃ فی حکم اشدّ عند اللہ من معاصی ستّین سنۃ"۔**

"ایک گھڑی کا عدل ستر سال کی عبادت سے افضل ہے جن میں راتوں کو نماز پڑھی جائے اور دن میں روزے رکھے جائیں اور فیصلہ کرنے میں ایک گھڑی کا ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ برس کے گناہوں سے بدتر ہے"۔ حوالہ:(11)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **"العدل احلی من الماء یصیبہ الظمآن ، ما اوسع العدل اذا عدل فیہ و ان قلّ"۔**

"عدل اس پانی سے زیادہ شیریں ہے جسے پیاسا حاصل کرتا ہے۔ جب عدل کے بارے میں عدل سے کام لیا جائے خواہ کم ہی ہو ،تو اس سے بڑھ کر اور کیا چیز وسیع ہو سکتی ہے"۔ حوالہ:(12)

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **"انّ العدل میزان اللہ الذی وضعہ للخلق و نصبہ لِإقامۃ الحق فلا تخالفہ فی میزانہ ولا تعارضہ فی سلطانہ"۔**

"یقیناًعدل اللہ تعالیٰ کا وہ ترازو ہے جسے اس نے مخلوق کے لیے مقرر فرمایا اور قیامِ حق کے لیے نصب فرمایا ہے۔ لہٰذا اس ترازو کی مخالفت نہ کرو، نہ ہی اس کے اقتدار کا مقابلہ کرو"۔ حوالہ: (13)

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں: **"العدل احلی من الشھد ، والین من الزبد ، و اطیب ریحاً من المسک"۔**

عدل شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ نرم اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ حوالہ: (14) حوالہ: (15)

مولا علیؑ فرماتے ہیں: **" الفضائل اربعۃ اجناس : احدھا الحکمۃ و قوامھا فی الفکرۃ ، و الثانی العفّۃ و قوامھا فی الشّھوۃ و الثالث القوّۃ و قوامھا فی الغضب ، والرابع العدل و قوامھا فی اعتدال قوی النفس "۔**

فضائل چار طرح کے ہیں: 1-حکمت، جس کی بنیاد فکر و نظر پر قائم ہو۔ 2-پاکدامنی، جس کی بنیاد خواہشات پر قائم ہو۔ 3-قوت، جس کی بنیاد غضب پر قائم ہو۔ اور 4-عدل، جس کی بنیاد قوائے نفسانی کے اعتدال پر قائم ہو۔ حوالہ: (16)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: **"اعدل الناس من انصف عن قوۃ ، و اعظمھم حلماً من حلُمَ عن قدرۃٍ"۔**

سب سے بڑا عادل وہ ہے جو انتقام پر قادر ہونے کے باوجود انصاف سے کام لیتا ہے اور ان میں سب سے بڑا بردبار وہ ہے جو طاقت ور ہونے کے باوجود بردباری کا ثبوت دیتا ہے۔ حوالہ: (17)

عدالت علیؑ احادیث کی روشنی میں

حضرت رسالتمآبؐ کے بعد کائنات میں علی بن ابی طالب علیہ السلام ہی حق طلب افراد کے پیشوااور عدالت خواہ لوگوں کے سربراہ اور عدل وانصاف کے اجراء کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں، اسی لیے آپؑ کو "شہید عدالت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے چنانچہ مسیحی دانشور اور ادیب "جارج جرداق" نے اپنی کتاب **"الامام علیؑ صوت العدالۃ الانسانیۃ "** میں لکھاہے۔

کہ **"قُتِلَ علیؑ فی محراب عبادتہ لشدّۃ عدلہ"** مولا علی علیہ السلام کو محراب

عبادت میں اس لیے شہید کیا گیا کہ آپؑ عدالت کے معاملے میں بڑے سخت تھے۔

کیونکہ مولا علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم مجھے سعدان (ایک خاردار جھاڑی ہے) کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق وزنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا ہے اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔ حوالہ:(18)

عدالت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم : علی اعدل الناس فی الرّعیّۃ۔

رسول اکرم صل اللہ علی و آلہ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام میری رعیت میں عادل ترین فرد ہیں۔ حوالہ:(19)

قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم : علی ابصر الناس بالقضیۃ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ قضاوت میں بابصیرت ترین شخص ہے۔ حوالہ:(20)

مولا علی علیہ السلام کی عدالت اور رحم دلی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے قاتل کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المؤمنین قتل ہوگئے، امیر المؤمنین قتل ہوگئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو ایک ضرب کے بدلے میں اسے بھی ایک ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ، پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ، پیر نہ کاٹو، اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ حوالہ:(21)

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے یمن میں ایک مرتبہ ایک معاملے کا فیصلہ کیا، تو وہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: علیؑ نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ ظالم نہیں ہے، اور نہ ہی ظلم کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ بتحقیق علیؑ میرے بعد تمہارے ولی ہے، اور اُس کے حکم میرا حکم ہے اُس کے قول میرا قول ہے، اُس کے حکم کو مسترد نہیں کرتا مگر کوئی کافر، اور اُس سے راضی نہیں ہوتا مگر مؤمن۔ حوالہ:(22)

مولا علیؑ کی محبت عدالت سے کس قدر تھی؟ خود مولاؑ کی اس حدیث سے ثابت ہو جاتی ہے۔ **"سئل امیر لمؤمنین علیہ السلام ، ایّہا افضل :العدل او الجود ؟ قال العدل یضع الامور مواضعہا ، و لجود یخرجہا عن جہتہا ، والعدل سائس عام ، والجود عارض خاص ، فالعدل اشرفہما "۔**

امیر المؤمنین علیؑ سے کسی نے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا: "عدل تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا ہے اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے جب کہ سخاوت اسی سے مخصوص ہوگی جسے دیا جائے لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔ حوالہ:(23) حوالہ:(24)

حکومتِ حضرت علیؑ

ابتدائے اسلام میں جب مسلمان دوسروں کی خلافت سے تنگ آگئے تو اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کی علیؑ کی طرف دست نیاز دراز کریں اور ان سے استدعا کریں کہ حکومت اور خلافت کے امور اپنے ہاتھ میں لیں اور انہیں خود سنبھال لیں اور خود ہی چلائیں، خود حضرت علیؑ کی نہج البلاغہ میں فرمائش کے مطابق لوگوں نے آپؑ کے دروازے پر اس قدر ہجوم کیا اور اس قدر کثیر تعداد میں حاضر ہوئے کہ قریب تھا کہ حسن اور حسین علیہما السلام ان لوگوں کے پاؤں تلے روندے جائیں، ان لوگوں میں جہاں اور بھی بہت سے افراد تھے وہاں طلحہ اور زبیر بھی تھے جو خود اس خلافت کے متمنی تھے، مگر کچھ مصلحتوں کی بنا پر حضرت علیؑ کی بیعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

جس دن سے حکومت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ آئی تھی وہ اس روش کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ کہ سب کے ساتھ انصاف ہو جائے، انہیں دیندار ہونے کی بنا پر کسی سے خاص رعایت کرنے یا مسلمانوں کے اموال ہتھیا کرنے اور ظلم و زیادتی کے بل بوتے پر حمایتی اکٹھا کرنے سے نفرت تھی۔

خود علیؑ نے ایک خطبے میں فرمایا: خدا کی قسم اگر مجھے سات آسمانوں کے نیچے جو کچھ بھی ہے اس کی ولایت دی جائے تاکہ میں ایک چیونٹی کے حق میں خدا کی نافرمانی کروں اور جَو کے چھلکے کو اس سے چھین لوں میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ قطعاً یہ تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتّے سے بھی پست تر ہے جسے ٹڈّی اپنے منہ میں چباتی ہے علیؑ کو ان فانی نعمتوں اور ختم ہونے والی لذّتوں سے کیا کام؟! حوالہ: (25)

مولائے کائناتؑ ارشاد فرماتے ہیں: اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لیے ذرائع مہیا کر سکتا تھا لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنا لیں اور حرص مجھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے جب کہ حجاز اور یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو اور انہیں

پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو، کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں؟ درآنحالیکہ میرے گرد و پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نے کہا کہ۔

"تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمھارے گرد ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں"

کیا میں اسی میں مگن رہوں کی مجھے امیر المؤمنین کہا جاتا ہے مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مؤمنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں اس کے لیے نمونہ نہ بنوں۔ حوالہ:(26)

اس میں شک نہیں کہ ہر شخص خاص طور سے اگر وہ اقتدار کی کرسی پر بیٹھا ہو عدل کا مدعی ہے لیکن ان میں سے سچا کون ہے اسکا معیار کیا ہے؟ کون عدالت پسندی کا دعوی کر سکتا ہے کہ جس کی بات حجت ہو؟ عدل کا سرچشمہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے اس کی نمود انسان کے باطن سے ہے یا اس کے وجود کے باہر سے؟

ان تمام سؤالات کا صرف ایک جواب ہے وہ یہ ہے کہ؛ عدل انسان کے باطن سے نمود حاصل کرتا ہے اور اسکا سرچشمہ صرف ایمان ہے اور دوسری شاخیں یا فرعیں اسی اصل سے نکلتی ہیں امام اس سلسلے میں اپنی خلافت کے اوائل میں اپنے خطبے کے دوران ایک مختصر اور جامع جملہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"وشدّبالاخلاص والتوحيدحقوق المسلمين فی معاقدها"۔

یعنی خداوند عالم نے مسلمانوں کے مقررہ حقوق کو اخلاص و توحید کی بنیاد پر استوار کیا ہے۔ حوالہ:(27)

حضرت علیؑ کا حکومت کرنے کا اصلی مقصد اور ہدف ہی یہی تھا کہ لوگوں کے درمیان حق وعدالت کے ساتھ کام لیا جائے۔ چنانچہ (نہج البلاغہ خطبہ 33 میں ہے) حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام "ذی قار" میں موال علیؑ کی خدمت

میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ اپنے جوتے کو خود ٹانکے لگا رہے ہیں، مجھے دیکھتے ہی بول اٹھے، "تمہارے نزدیک اس جوتے کی کیا قیمت ہو گی؟ تو میں نے عرض کیا: مولا اس کی کیا قیمت ہو گی، یہ تو پھینک دینے کے قابل ہے یہ سن کر فرمایا:

"واللہ لھی احبّ الیّ من امرتکم "۔

خدا کی قسم میرے نزدیک یہ جوتا تمہاری حکومت سے زیادہ محبوب ہے۔

"الّا ان اُقیم حقّاً او ادفع باطلاً "۔

میں نے حکومت تو صرف اس لیے لی ہے تا کہ اس کے ذریعہ حق کو قائم کر سکوں اور باطل کو دور پھینک دوں۔

اسی مقام پر آپؑ ہی ارشاد فرماتے ہیں: **"اللھم انک تعلم انہ لم یکن الذی کان مِنا مُنا فسۃ فی سلطان و لا التماس شیء من فضول الحکام و لکن لنردّ المعالم من دینک و نظہر الصلاح فی بلادک، فیامن المظلومون من عبادک و تُقام المعطّلۃ من حدودک"۔**

پروردگارا! تو بہتر جانتا ہے جو کچھ ہم انجام دے چکے ہیں، ہمارا اقدام اس لیے نہیں تھا کہ ہم ملک اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیں اور نہ ہی اس لیے تھا کہ دنیا کے پست مال و متاع سے کچھ اکٹھا کر لیں بلکہ یہ سب کچھ اس لیے تھا تا کہ تیرے دین کی ختم ہو جانے والی نشانیوں کو دوبارہ ظاہر کریں، تیرے شہروں میں اصلاح کو آشکار کریں، تا کہ تیرے مظلوم بندے سکھ کا سانس لے سکیں اور جو قوانین معطل کئے جا چکے ہیں اس کا دوبارہ اجرا ہو۔ حوالہ:(28)

امیر المؤمنینؑ حکومت کی تشکیل کا اصلی مقصد حق اور عدالت کے قیام میں منحصر سمجھتے ہیں، کیونکہ جب تک قانون عدل قائم نہ ہو مملکت کو چلانا ناممکن ہوتا ہے، آپ کا دور حکومت دنیا کے تمام حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اگر حکمرانوں کو دنیا سے افلاس و غربت، لوٹ مار، کرپشن، دہشت گردی اور دیگر تمام مسائل کا حل چاہیئے تو وہ علیؑ کے طرز حکومت جہانبانی کا مطالعہ کریں کیونکہ امیر المومنینؑ نے اپنی حکومت کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی اور آج دنیا عدل و انصاف

کے اوپر مفادات کو ترجیح دیتی ہے۔ اگر حکمران اپنی ترجیحات میں عدل علیؑ شامل کریں تو پوری دنیا سے ظلم و جبر کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

میدان تاریخ میں امیر المومنین علیہ السلام وہ واحد سیاستداں ہے کہ جسکی حکومت کی بنیاد عدالت پر قائم تھی یہ حکومت اگرچہ مختصر تھی لیکن رہتی دنیا تک کیلیے نمونہ ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کی حکومت کا دائرہ فقط انسانوں کی حد تک محدود نہیں تھا بلکہ اس کی شعاع انسانی زندگی کے دائرے سے نکل کر تمام حیوانات؛ جمادات تک کو گھیرے ہوئے تھے؛ امام عالی مقام کے چہار سالہ دور حکومت میں عدل کی کرنیں اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ تمام مخلوقات کو احاطہ کیے ہوئے تھے۔

ہاں امیر المومنین وہ واحد ہستی ہے کہ جس نے عدالت کی راہ میں اپنی جان تک کی قربانی دیتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور آپؑ کے سخت دشمن تک کو یہ کہنا پڑا (قُتِلَ عَلِیٌّ لِشِدَّةِ عَدلِہِ) یعنی علیؑ شدت عدالت کی وجہ سے شہید ہوئے۔

بیت المال وعدالت علیؑ

محمد بن ابراہیم نافلی سے نقل ہوا ہے کہ جعفر بن محمد نے اپنے اجداد علیہم السلام سے نقل کیا ہے: کہ علیؑ نے اپنے خادمین سے فرمایا: اپنے قلموں سے باریک اور سطریں ملا کر لکھیں، زیادہ فاصلہ نہ رکھیں اور میرے لیے زیادہ تعریفیں نہ لکھیں مختصر معنی کریں اور زیادہ روی سے پرہیز کریں، کیونکہ مسلمانوں کا مال ضائع اور اسراف کرنے کے لیے نہیں ہے۔ حوالہ:(29)

محمد بن مسلم امام جعفر الصادقؑ روایت کرتا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: جب امیر المؤمنیں علیؑ خلافت ظاہری کے منصب پر فائز ہوئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کے حمد وثنا کے بعد آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم جب تک میں مدینے میں کھجور کے ٹہنی کا مالک ہوں ایک درھم بھی تمہارے مالِ غنیمت سے کم نہیں کروں گا اور تم اس بات پر یقین کر لو آیا تم یہ سوچتے ہو کہ میں اپنے لیے نہیں رکھتا اور تمہیں دے دیتا ہوں؟ اس دوران عقیل کھڑے ہو کر کہتے ہیں: آپ خدا کی قسم! مجھ اور اُس سیاہ غلام کو برابر کر رہے ہیں جو مدینے میں رہتا ہے؟ علیؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تمہارے علاوہ کوئی اور یہاں پر گفتگو کرنے والا نہیں تھا؟ تم اس سیاہ غلام پر کیا برتری رکھتے ہو؟ مگر یہ کہ تم میں تقویٰ اور پرہیز گاری زیادہ ہو۔ حوالہ:(30)

علی بن رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے دور خلافت میں بیت المال کا خزانچی اور منشی تھا، ایک دن امام علی علیہ السلام کی ایک دختر نے کسی کو میری طرف بھیجا کہ بیت المال میں موجود ایک گلوبند ضمانت لے کر عاریۃً دے دوں کہ وہ عید قربان میں اسے پہن کر واپس کر دیں گی۔ میں نے وہ گلوبند ضمانت لے کر عریۃً دے دیا، جب امیر المؤمنینؑ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے بلایا اور غصے میں فرمایا: "آیا تم مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر رہے ہو؟ خبر دار کہیں دوبارہ ایسا کام کرو، ورنہ سخت سزا پاؤ گے۔ خدا کی قسم! اگر میری بیٹی نے گلوبند کو امانت کے بور پر اور ضمانت کی شرط کے ساتھ حاصل نہ کیا ہوتا میں اسے بھی سزا دیتا، اور وہ سزا پانے والی پہلی ہاشمی خاتون ہوتی"۔ حوالہ:(31)

ہلال بن جحدری نے کہا میں نے اپنے جد حرّہ (حوّہ) سے سنا اس نے کہا: ایک رات ہم حضرت علیؑ کی خدمت میں تھے آپؑ کے پاس مال لایا گیا مولاؑ نے فرمایا: اس کو تقسیم کریں: انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنینؑ ابھی رات ہے اس کو کل پر چھوڑیں: فرمایا: آپ اس کو قبول کرتے ہیں کہ کل میں زندہ رہوں گا؟ فرمایا: کام میں دیر نہ کریں اور مال کو تقسیم کریں بس چراغ لائے اور رات ہی کو مال تقسیم کیا گیا۔ حوالہ: (32)

اصبغ بن نباتہ نے کہا: امیر المؤمنینؑ کی شخصیت ایسی تھی کہ جس وقت ان کے پاس مال لایا جاتا اس مال کو بیت المال میں رکھ دیتے اور اسی وقت حاجت مندوں کو جمع کرتے تھے اور اسکے بعد اپنے ہاتھوں کو اموال میں ڈال کر اِدھر اُدھر بکھیر دیتے اور فرماتے تھے اے سونا اے چاندی مجھے فریب نہ دو، کسی اور کو دھوکہ دو! (یہ میرے ہاتھ کا چنا ہوا ہے اور چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف بلند ہے) اس وقت تک بیت المال سے باہر نہیں آتے تھے جب تک اسے تقویم نہ کریں اور ہر ایک کو اس کا حق دیا کرتے تھے اس کے بعد فرماتے تھے کہ بیت المال کو جھاڑو دے کر پانی سے دھو دیں اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد دنیا کو تین طلاق دے کر فرماتے تھے: اے دنیا میرے پیچھے مت آ اور مجھے اپنا مشتاق نہ بنا اور فریب نہ دے میں نے تجھ کو تین طلاقین دے دی ہیں اور کبھی بھی رُجوع نہیں کروں گا۔ حوالہ: (33)

ایک رات کو امیر المؤمنینؑ بیت المال میں اموال کے تقسیم میں مشغول تھے کہ اچانک طلحہ اور زبیر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو امام نے جو چراغ جلایا ہوا تھا اُسے بُجھا دیا اور حکم فرمایا کہ دوسرا چراغ لایا جائے، اور اُسے جلایا۔ تو اُن دونوں نے وجہ پوچھا تو امامؑ نے فرمایا یہ چراغ بیت المال کا ہے اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی روشنی کے نیچے آپ کے ساتھ اپنی ذاتی باتیں کروں۔ حوالہ: (34)

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں: بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر وفاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں سے ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے اُن کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا اُن کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے

ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر اُن کے پیچھے ہو جاؤں گا مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر اُن کے جسم کے قریب لے گیا تا کہ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے پھر میں سے اُن سے کہا کہ اے عقیل! رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان سے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت کے) تپایا ہے اور تم مجھے اُس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کی جسے خدائے قہار نے اپنے غصب سے بھڑکایا ہے۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔ حوالہ:(35)

اس عدالت شعاری اور انصاف پسندی کے ایک اور ثبوت آپؑ کے وہ فرامین ہیں جو آپؑ نے گورنروں کو بھیجے۔ مولا علیؑ نے خراج وصول کرنے والوں کی طرف لکھے گئے مکتوب میں فرمایا۔

گورنروں کے نام مکتوبات

جو شخص اپنے انجام کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لیے کوئی ساز و سامان فراہم نہیں کر سکتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو فرائض تم پر عائد کئے گئے ہیں، وہ کم ہیں اور ان کا ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اس پر سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں سے عدل و انصاف کا روّیہ اختیار کرو، اور ان کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو اس لیے کہ تم رعیت کے خزینہ دار، اُمت کے نمائندے اور اقتدارِ اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضرورت کو قطع نہ کرو اور اس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لیے ان کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں، اور ان کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ۔ مگر یہ کہ اس کے پاس ہتھیار ہو کہ جو اہلِ اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں

کہ وہ اس کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے اور اپنوں کی خیر خواہی فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی افد اد اور دینِ خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھانہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمہارا فرض ہے اسے سرانجام دو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے احسانات کے بدلہ میں ہم سے اور تم سے ی چاہاہے کہ ہم مقدور بھر اس کا شکر اور طاقت بھر اس کی نصرت کریں اور ہماری قوت و طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے عطا شدہ ہے۔ حوالہ:(36)

امام علیؑ نے زیاد بن ابی کے نام

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، اہواز، اور فارس، و کرمان، پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔ میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے، تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔ والسلام!۔ حوالہ:(37) حوالہ:(38)

مالک اشتر نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

مولا علیؑ نے لکھا: اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عدل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرزِ عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے، جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو، کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمھیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، اُن کا تباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بد بختی دامن گیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ اور یہ

حکم ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں، کیونکہ نفس بُرائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔ حوالہ:(39)

یہ مکتوب امیر المؤمنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل اور سب سے طویل عہد نامہ میں شمار ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر مکمل طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولا علیؑ نے مالک اشتر کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کریں اور ہمیشہ اپنے نفس پر کنٹرول کریں۔

مولا علیؑ کے لکھے گئے مکتوبات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وہ عادلانہ حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور چاہتے تھے کہ امیر، غریب، گورا، کالا، قوم، قبیلہ، زبان اور کسی بھی قسم کے قوم پرستی و ذات پرستی اور تعصب کا خاتمہ کیا جائے۔

حضرت علیؑ کے فیصلے

فیصلوں کا تعلق عدلیہ سے ہے اور عدالت پروردگار عالم کی ایک صفت ہے۔ عدالت نہ ہو تو اسلام کے تمام اصول بے بنیاد ہو جاتے ہیں۔ شریعت کی زبان میں عدالت واجبات پر عمل اور محرمات سے پرہیز کے معنی میں ہے اور حقوق کی زبان میں عدالت ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دینے کے معنی میں ہے۔

عدالت میں مصلحت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ صاحب حق کو اس کا حق نہ دینا ظلم اور کسی ظالم کی پشت پناہی کرتے ہوئے اُسے سزا نہ دینا ظلم۔ اس لیے عدالت یہ ہے کہ ہر دو صورت میں کسی کی حق تلفی نہ ہو اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ عدالت پر انسان کو اسی وقت اعتبار ہوتا ہے جب اسے یقین ہو کہ نیک عمل پر انعام اور برے کام پر سزا ضرور ملے گی۔ اس طرح وہ برائی سے پرہیز اور نیک کام کی طرف راغب ہو گا۔ آج دنیا کے تمام عدالتی نظام اور فیصلوں نے انسانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور ظالموں کے لیے میدان حیات کو بے مہار اونٹ کی طرح چھوڑ دیا ہے۔

عدالت چونکہ پردگار کا پسندیدہ درجہ ہے اس لیے اس نے انسانی زندگی کے لیے نمونہ عمل بھی رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیؑ کی صورت میں پیش کیا تاکہ زندگی درست راستہ اختیار کر سکے عدالت کے لیے علم بھی ضروری ہے تو رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ سارے علوم بھی بذریعہ رسولؐ علیؑ کو دے دیئے کہ فیصلوں میں مصلحتوں کا گلا گھونٹ دیا جائے اور انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔

علیؑ رسولؐ خدا سے عدلِ خداوندی کا منصف ہونے کی سند پانے کی حقیقت حضرت علیؑ کے بیشمار مقدمات کے فیصلوں میں نظر آتی ہے۔ مولا علیؑ نے آنحضرتؐ کے زمانے سے لیکر اپنے دور خلافت تک پیچیدہ سے پیچیدہ مقدمات کے معجزاتی فیصلے کئے۔ خلفائے ثلاثہ کے پچیس سالہ دور میں بھی آپؑ کے فیصلوں سے دین حق کو استحکام ملا۔ وہ ایسے محیر العقول فیصلے تھے جو آپؑ کے علاوہ کوئی کر ہی نہ سکتا تھا اور وہ ایسی عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں کہ آج کا انسان بھی ان سے فیضیاب

ہو سکتا ہے۔ ان فیصلوں کو آپ کے پچیس سالہ دور کا اہم ترین کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر فیصلہ عدل و انصاف شرع اسلامی کے عین مطابق تھا۔ آپؑ نے اپنی حکمت و فراست سے ایسے فیصلے صادر فرمائے کہ حقدار کو اس کا حق اور مجرم کو اس کی سزا مل گئی۔ یہ آپؑ ہی کے فیصلوں کی کرشمہ سازی ہے کہ تاریخ اسلام کے صفحات عدل اور انصاف کے فیصلوں سے سرخرو ہوئے۔

اپنے عدل کی شدت سے قتل ہونے والے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے قضاوت اور عدل کے قصے اور چرچے تو کائنات کی وسعت میں پھیلے ہیں۔ کتب تاریخ میں ان کی زندگی میں ہونے والے واقعات کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے۔ خلفاء اور حکمران طبقے کی رہنمائی سے لے کر ایک عام مسلمان کو عدل و مساوات کی ترسیل تک ہر موڑ پر علیؑ کا کردار روشن اور مسلمہ ہے۔ آپؑ کے ظاہری دور خلافت اور دنیا میں موجودگی کے ایام میں پیش آنے والے واقعات زبان زد عام ہیں جن سے علیؑ کے عدل کا ایک مستحکم معیار سامنے آتا ہے جو بعد میں آنے والے ہر صاحب عدل اور عنان عدل پر براجمان انسان کے لیے مشعل کا کام دیتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ علیؑ کا عدل ہی علیؑ کی شہادت کا باعث بنا لیکن علی اس خدائی عدل پر مایوس نہیں بلکہ سجدہ شکر بجالا کر خدا کے سامنے خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں **" فزت برب الکعبہ "**۔

امیر المؤمنینؑ کے فیصلوں پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس لیے اہل ذوق کے لیے آپؑ کے چند فیصلوں کو نقل کیا جا رہا ہے۔

حضرت علیؑ کا ایک قضیے میں فیصلہ

اصبغ نباتہ کہتے ہیں کہ پانچ زانیوں کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر نے ہر ایک پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ وہاں پر موجود تھے۔ آپؑ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اس کا حکم اس طرح نہیں ہے جس طرح آپ نے حکم کر دیا ہے۔ تو حضرت عمر نے کہا: آپؑ ان پر حد جاری کریں۔ تو امیر المؤمنینؑ نے اُن میں سے ایک کی گردن اُڑا دی اور دوسرے کو سنگسار کیا اور تیسرے کو کوڑے لگائے چوتھے پر آدھی حد جاری کر دی اور پانچویں کو تنبیہ کی (یعنی شرعی حد سے

کم سزادی)۔ حضرت عمر اس حکم سے حیران ہو کر رہ گئے اور لوگوں نے بھی تعجب کیا اور حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! آپؑ نے پانچوں افراد پر ایک ہی واقعہ میں مختلف حد جاری کی؟ تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: پہلا فرد اہل ذمّہ تھا وہ اپنے ذِمّہ سے خارج ہو چکا تھا اس پر تلوار کے علاوہ اور کوئی حد نہیں تھی دوسرا فرد شادی شدہ تھا اس کو سنگسار ہی ہونا تھا اور تیسرا شخص کیونکہ غیر شادی شدہ تھا اس نے کوڑے کھائے اور چوتھا فرد غلام تھا اس پر آدھی حد جاری کی گئی اور جو پانچواں شخص تھا وہ پاگل تھا اس لیے اس پر حد جاری نہیں کی گئی۔ حوالہ:(40)

ایک مجنونہ کو رجم ہونے سے بچانا

حضرت عمر کے پاس ایک دفعہ مقدمہ آیا کہ ایک مجنونہ نے زنا کیا تھا تو حضرت عمر نے رجم کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ تو مولا علیؑ نے حضرت عمر کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: **"القلم مرفوع عن المجنون حتیٰ یفیق"**۔ تو حضرت عمر نے کہا: **"لو لا علیؑ لھلک عمر"**۔ حوالہ:(41)

عورت کے دودھ سے بچے کا پہچان

حضرت عمر کے دور میں دو عورتوں کا مقدمہ آیا دونوں کے یہاں ایک ہی دن میں بچہ ہوا تھا۔ ایک کے یہاں لڑکا اور ایک کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ لیکن دونوں لڑکے کو اپنی اولاد بتاتی تھیں اور لڑکی کی طرف کوئی دھیان بھی نہیں دیتی تھی۔ کوئی ثبوت بھی نہ تھا۔ حضرت عمر کو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ فیصلہ کیونکر کریں۔ انہوں نے حضرت علیؑ سے رجوع کیا۔ آپؑ نے دونوں کا دودھ برابر میں ظرف میں رکھ کر وزن کرایا۔ جس کا دودھ وزنی تھا اسے لڑکا دے دیا اور جس کا دودھ سبک تھا اسے لڑکی دے دی اور سبب بیان کیا کہ چونکہ مرد کا حصہ دہرا ہوتا ہے لہٰذا لڑکے کا دودھ بھاری ہوتا ہے۔ حوالہ:(42)

کنواری حاملہ

بحار میں عمار یاسر اور زید بن ارقم سے ایک واقعہ درج ہے کہ سترہ صفر سوموار کا دن تھا، ہم مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ باہر ایک شور اٹھا، دیکھا تو ایک نوجوان لڑکی فریاد کر رہی تھی کہ اس کی مصیبت دور کی جائے۔ لوگ تلوار لئے قتل کرنے کے درپے تھے۔ قیس بن عفریس نے کہا کہ وہ زندہ رہے یا ڈوب مرے کہ اس کی لڑکی کنواری ہے اور حاملہ ہو گئی ہے۔

حضرت علیؑ نے کوفہ سے دائی کو بلوایا۔ جس نے کہا کہ یہ لڑکی تو کنواری بھی ہے اور پیٹ میں بچہ بھی پرورش پا رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ برف کا ٹکڑا چاہئے تو کہا گیا کہ برف ملنے کی جگہ دو سو پچاس فرسخ ہے۔ آپؑ نے منبر کوفہ سے سوئے شام ہاتھ بڑھایا۔ ہاتھ واپس لائے تو برف کا ٹکڑا تھا۔ آپؑ نے دائی سے فرمایا کہ اس لڑکی کو بیرونِ مسجد لے جا اور برف کے ٹکڑے پر بٹھا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کے رحم سے جونک طشت میں ٹپک پڑی۔ لڑکی اور لڑکی کا باپ حضرت علیؑ کے قدموں پر گر کر بوسہ دینے لگے۔

آپؑ نے فرمایا کہ جب لڑکی دس برس کی تھی بستی کے فلاں تالاب مین نہانے گئی جونک رحم میں داخل ہو گئی تھی اور اسے پتہ نہ چلا۔ لڑکی پاکدامن ہے اس نے کوئی زنا نہیں کیا۔ حوالہ:(43)

دو عورتوں کے درمیان ایک بیٹی اور بیٹے پر جھگڑا

جابر بن جعفی نے تمیم بن اسدی سے نقل کیا کہ: دو کنیزیں جو ایک لڑکی اور لڑکے پر آپس میں جھگڑا کر رہی تھیں انہیں حضرت عمر کے سامنے لایا گیا حضرت عمر نے کہا: کہاں ہے ابوالحسن جو غم کو دور کرنے والے ہیں؟ بس امیر المؤمنین اس کے پاس آئے اور عمر نے پورا واقعہ سنایا۔ مولا علیؑ نے دو شیشیاں منگوائیں اور ان کا وزن کیا اس کے بعد ان دو کنیزوں سے کہا کہ ان شیشوں میں اپنا دودھ نکال کر لے آئیں اس کے بعد دودھ کا وزن کیا ان میں سے ایک کا وزن بھاری تھا۔ فرمایا: لڑکا

اس عورت کا ہے جس کا دودھ بھاری ہے اور لڑکی اس عورت کی ہے جس کا دودھ ہلکا ہے عمر نے کہا: یا ابا الحسن اس کو کہاں سے بیان کر دیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ خداوند نے مرد کے حصے کو عورت کے حصہ سے دُگنا قرار دیا ہے۔ حوالہ:(44)

حاملہ عورت کو رجم ہونے سے بچانا

حضرت عمر نے ایک دفعہ ایک مقدمے میں ایک حاملہ عورت کے بارے میں حکم صادر کیا کہ جس نے زنا کیا تھا، اسے رجم کیا جائے۔ تو امیر المؤمنین سے فرمایا: **"ان کان لک علیھا سبیل فلیس لک علیٰ ما فی بطنھا سبیل"**۔

اگر تمھیں کوئی تسلط ہے تو اس عورت پر ہے، جو اس کے پیٹ میں ہے اُس پر تمھیں کوئی تسلط نہیں ہے کہ تم اُس کے بارے میں بھی فیصلہ صادر کر دو کہ مار دیا جائے۔ تو حضرت عمر نے کہا: **" لو لا علیؑ لھلک عمر "**۔ حوالہ:(45)

امام علی معلم عدالت

امام کے خطبوں، خطوط اور اپنے اعمال نیز مددگاروں کو دیئے گئے فرامین میں ہمیشہ رعایا کی ایک ایک فرد کیساتھ عدل سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مالک اشتر کے عہد نامے میں آیا ہے۔ تمہاری نظر میں سب سے پسندیدہ کام وہ ہونا چاہیئے جو زیادہ تر حق کی شاہراہ پر ہو اس کا عدل عمومی ہو اور اس میں رعایا کی خوشنودی زیادہ سے زیادہ شامل ہو۔ اسی عہد نامہ کے ایک دوسرے حصے میں امام فرماتے ہیں۔ بلاشبہ حکام اور والیوں کی آنکھوں کا بہترین نور ملکی سطح پر عدالت کا قیام اور قوم کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرنا ہے اور رعایا کے دلوں کی سلامتی کے بغیر ان کی محبت ظاہر نہیں ہو سکتی اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کیلیے گھیرا ڈالے رہیں اور ان کے اقتدار کو اپنے سر پر بوجھ نہ سمجھے اور ان کی حکومت کے خاتمے کیلئے گھڑیاں نہ گنیں لہذا (آپ) ان کی امیدوں میں وسعت رکھنا انہیں اچھے

لفظوں سے سراہتے رہنااوران میں سے اچھی کارکردگی رکھنے والوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ کیوں کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لاتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔

عدل قائم کرنے کا نتیجہ

عدالت تمام انسانی معاشروں کی ایک ضرورت ہے۔ یہ ضرورت آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ عدالت وہ مشترک عنصر ہے جس پر سب جمع ہو کر کام کر سکتے ہیں خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، عیسائی ہوں یا یہودی۔

" فَاِنَّ فِی العَدلِ سَعَۃً "۔

اس لیے کہ عدالت لوگوں کے لیے وسعت اور کشائش کا باعث ہوتی ہے۔

حکومت عدل و انصاف میں ظالم لوگ بھی بہتر انداز میں زندگی گزار سکتے ہیں کیونکہ ظلم و ستم کا دور دورہ ہو تو ایسی صورت میں ظالم، ظلم و تعدی کرتا ہے اور ہمیشہ مظلوموں کے درپے رہتا ہے، اس صورت حال کا لازمی نتیجہ ایک دوسرے سے جدائی اور باہمی کینہ و بغض ہوتا ہے لوگ ہمیشہ ظالموں کی طرف دشمنی اور نفرت سے نگاہ کرتے ہیں اور انتقام لینے کے مناسب موقع کے منتظر رہتے ہیں، اور اگر انہیں انتقام لینے کا موقع نہیں ملتا تو اُن کی اولاد یا بعد میں آنے والی نسلیں، ظالموں کی اولاد اور پسماندگان سے انتقام لیتے ہیں۔

طبیعی بات ہے کہ عقیدہ ظلم بالآخر کھلتا ہے اور حالات کی تبدیلی و انقلاب کے باعث لوگ ظالموں سے ان کے مظالم کا حساب چکاتے ہیں۔ بنابریں اگر عدل و عدالت کی حکمرانی اور حکم فرمائی ہو اور ہر حقدار کو اُس کا حق دیا جائے تو تمام افراد معاشرہ باہمی صدق و صفا اور محبت و آشتی کے زندگی بسر کرتے ہیں۔

" وَمَن ضَاقَ عَلَيہِ العَدلُ فَا الجُورُ علیہ اضیق "

جو شخص عدالت سے تنگی و گھٹن محسوس کرتا ہو، حکومتِ ظلم وجور سے اس کی تنگی اور گھٹن فزوں ہوتی ہے۔

یعنی ظالمانہ اور جابرانہ حکومت میں ایسا شخص زیادہ دباؤ میں ہوتا ہے ایسے شخص کے لیے حکومت ظلم وجور دنیاو آخرت میں موجب تنگی حسرت ہوتی ہے کیونکہ ضروری ہے کہ ظلم کرنے والا ایسے تمام مظالم وجرائم کا جواب دے جن کا اس نے ارتکاب کیا ہے اس لیے کہ مرنے کے بعد ضروری ہے کہ فشار قبر، عذاب برزخ اور عذاب آخرت کے مراحل کو عبور کرے، دنیا میں بھی ظالم انسان، مظلموں کے انتقام سے محفوظ نہیں ہوتا اور مظلوموں کے انتقام کے خوف سے پر سکون نیند سے محروم رہتا ہے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ ہمیں بھی اُس امام عادل کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے اپنی زندگی میں عدالت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

حوالہ جات

01 : صحاح جوہری ج5 ص23 طبعۃ الاولیٰ 1420ھ

02 : قاموس المحیدج4 ص20 طبعۃ الاولیٰ 1412ھ

03 : مفردات قرآن اُردو ترجمہ باب عین فصل دال ص601

04 : المفردات فی غریب القرآن اُردو کتاب العین ص329

05 : مفھوم عدالت صحابہ ص27

06 : توضیح المسائل آقائے سیستانی اُردو ص15،225

07 : قرآن کا دائمی منشور اُردو، ج2،1 ص125 اشاعت فروری 2012ء

08 : تفسیر نمونہ اُردو، ج2 ص245 ایڈیشن اول

09 : مسند احمد ابن حنبل، ج1، ص99

10 : بحار الانوار، ج78، ص83، طبعۃ الثالثۃ 1403ھ

11 : بحار الانوار، 75، ص352 =========

12 : بحار الانوار، 75، ص36 ==========

13 : گفتار امیر المؤمنین اُردو ترجمہ غرر الحکم، ج2، ص91

14 : اصول کافی، ج2، ص147، چاپ چہارم 1365ھ

15 : بحار الانوار، ج75، ص39، طبعۃ الثالثۃ 1403ھ

16 : بحار الانوار، ج78، ص81، طبعۃ الثالثۃ 1403ھ

17 : گفتار امیر المؤمنینؑ اُردد ترجمہ غرر الحکم، ج2، ص92

18: نہج البلاغہ خطبہ 221، ص468، طبع اول فروری 2012ء

19: احقاق الحق، ج 15، ص392

20: احقاق الحق، ج 15، ص392

21: نہج البلاغہ موضوعی اُردو، ص295 اشاعت اول جون 2003ء

22: آثار الصادقین، ج14، حرف عین، ص237

23: بحار الانوار، ج 75، ص350، طبعۃ الثالثہ 1403ھ

24: شرح ابن ابی الحدید، ج20، ص85، طبعۃ الثانیہ 1387ھ

25: سفینۃ البحار، ج 3، ص 131، طبعۃ الثالثہ 1422ھ

26: نہج البلاغہ موضوعاتی اُردو، ص294، اشاعت اول جون 2003ء

27: نہج البلاغہ خطبہ 165، ص336، طبع اول فروری 2012ء

28: نہج البلاغہ خطبہ 33، ص120، ============

29: الخصال للصدوق، ص310

30: روضۃ الکافی، ج8، ص129

31: تہذیب الاحکام، ج10، ص151، طبعۃ الثالثہ 1364ھ

32: بحار الانوار، ج 41، ص107، طبعۃ الثالثہ 1403ھ

33: ترتیب الامالی، ج4، ص564، طبعۃ الاولیٰ 1420ھ

34: آثار الصادقین، ج14، حرف عین، ص312

35: نہج البلاغہ خطبہ 221، ص468، طبع اول فروری 2012ء

36: نہج البلاغہ خطبہ 51، ص568، طبع اول فروری 2012ء

37 : آثار الصادقین، ج14، ص314

38 : نہج البلاغہ مکتوب20، ص506، طبع اول فروری 2012ء

39 : نہج البلاغہ مکتوب53، ص569، طبع اول فروری 2012ء

40 : تہذیب، ج10، ص50، چاپ چہارم 1365ھ

41 : الدمعۃ الساکبہ عربی، ج3، ص70، طبعۃ الاولیٰ 1409ھ

42 : من لایحضر، ج 3، ص15، طبعۃ الاولیٰ 1406ھ

43 : الدمعۃ الساکبہ اُردو، ج1، ص299 تا 303، اشاعت اول 1992ء

44 : الغدیر، ج6، ص172، چاپ ششم 1376

45 : الدمعۃ الساکبہ عربی، ج3، ص70، طبعۃ الاولیٰ 1409ھ

مآخذ و منابع

01 الصحاح تاج اللغہ و صحاح العربیہ ، جوہری ابی نصر اسماعیل بن حماد طبعۃ الاولیٰ1420 ھ ،ناشر: دار الکتب العلمیہ ، بیروت لبنان۔

02 القاموس المحیط، العلامۃ اللغوی مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، طبعۃ الاولیٰ1412 ھ ،ناشر: دار الاحیاء والتراث العربی بیروت لبنان۔

03 مفہوم عدالت صحابہ ، ابو عبد اللہ الذھبی، www.aqeedeh.com ۔

04 مفردات قرآن امام راغب اصفہانی، ترجمہ و حواشی الاستاد محمد عبد اللہ الفلاح الفیروزپوری، ناشر: المکتبۃ القاسمیہ لاہور۔

05 المفرادات فی غریب القرآن ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغیب اصفہانی، تحقیق وضبط محمد خلیل عیستانی، مکتبہ صدیقیہ محلہ عیسیٰ خیل مینگورہ سوات۔

06 لسان العرب، لامام العللمہ ابن منظور ، المجلد التاسع، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

07 توضیح المسائل، فتاویٰ: مرجع علیقدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی، طبع دسمبر 2006ء، ناشر: جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان کراچی۔

08 تہذیب الاحکام فی شرح المقنعۃ للشیخ المفید، تالیف شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی ، ناشر: دار الکتب الاسلامیہ تہران ، چاپ سوّم 1364ھ۔

09 شرح نہج البلاغہ لابن الحدید بتحقیق محمد ابو الفضل ابراھیم ، ناشر: دار الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، طبعۃ الثانیہ 1387ھ۔

10 ترتیب الامالی، ترتیب موضوعی لامالی المشائخ الثلاثۃ: الصدوق ، والمفید ، والطوسی ، تالیف محمد جواد المحمودی، ناشر: مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ قم ایران، طبعۃ الاولیٰ1420 ھ۔

11 امام علیؑ صدائے عدالت انسانیت، فارسی، دکتر جرج جرداق، مترجم: عطا محمد سردارنیا، سید ھادی خسروشاہی، چاپ اول 1379ھ۔
12 الدمعۃ الساکبہ اُردو، آقائے محمد باقر دہد شتی بہبہانی نجفی، مترجم: علامہ اثیر جاڑوی، اشاعت اول 1992ء۔
13 الدمعۃ الساکبہ عربی، آقائے محمد باقر دہد شتی بہبہانی نجفی، تصحیح علیہ: علامہ حسین الاعلمی، طبعۃ الاولیٰ 1409ھ۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔
14 الغدیر، علامہ الامینی النجفی عبدالحسین احمد، چاپ ششم، ناشر: دار الکتب الاسلامیہ تہران، تاریخ نشر 1476ھ۔
15 من لایحضر الفقیہ، شیخ الصدوق ابی جعفر محمد بن علی بن حسین بابویہ قمی، طبعہ والتعلیق علیہ: العلامہ شیخ حسین الاعلمی، ناشر: موسسہ الاعلمی للمطبوعات بیروت لبنان۔
16 آثار الصادقین، حاج احسان بخش، چاپ اول، ناشر: ستاد برگزاری نماز معہ گیلان۔
17 سیرت علیؑ، ہاشم معروف الحسینی (لبنان) ترجمہ وتحقیق: سید محمد قرۃ العین عابدی، جماران پبلی کیشنز لاہور، اشاعت اول 1994ء۔
18 نہج البلاغہ موضوعاتی اُردو، علی انصاریان، مترجم: مفتی جعفر حسین، ناشر: امامیہ پبلی کیشنز پاکستان۔
19 مسند احمد ابن حنبل وبھامشہ منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ناشر: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔
20 پیام قرآن، اہل قلم کی ایک جماعت، مترجم: علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی، ایڈیشن چہارم، ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔
21 قرآن کا دائمی منشور، آیۃ اللہ جعفر سبحانی، مترجم: مولانا سید صفدر حسین نجفی، سال اشاعت فروری 1012ء، ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔
22 کتاب الخصال، شیخ الصدوق ابی جعفر محمد بن علی بن حسین بابویہ القمی، منشورات: جامعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیہ قم المقدسہ۔

23 گفتار امیر المؤمنین، اُردو ترجمہ ھدایۃ العلم وغرر الحکم، سید حسین شیخ الاسلامی، مترجم: نثار احمد زین پوری، پبلشر: انصاریان قم المقدسہ ایران۔

24 بحار الانوار، شیخ مجلسی محمد باقر، طبعۃ الثالثۃ 1403ھ، مؤسسہ الوفاء بیروت لبنان۔

25 سفینۃ البحار، شیخ عباس قمی، طبعۃ الثالثۃ، تاریخ نشر1422ھ، مطبعۃ القرآن الکریم الکبریٰ۔

26 نہج البلاغہ، ترجمہ وحواشی علامہ مفتی جعفر حسین، طبع اول فروری 1012ء، ناشر: محمد علی فاونڈیشن اسلام آباد۔

27 نور ولایت، مصنفین: آیت اللہ مصباح یزدی، جارج جرداق لبنانی، عباس علی کامرانیان، شیخ محمد محمدیان، مرتبہ: علامہ محمد علی فاضل، ناشر: فاضل برادرز پبلی کیشنز۔

28 الاصول کافی من الکافی، الکلینی الرازی ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق، چاپ پنجم 1363ھ، ناشر: دار لکتب الاسلامیہ تہران۔

29 احقاق الحق وازھاق الباطل، القاضی سید نور اللہ الحسینی، ناشر: مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ المرعشی النجفی قم ایران۔

30 ایمان مجسم علی بن ابی طالب، علامہ محمد علی فاضل، اشاعت جولائی 1010ء، ناشر: مکتبۃ الھادی جامعۃ الکوثر اسلام آباد۔

31 موسوعۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ محمد الری شہری، طبعۃ الاولیٰ 1421ھ، ناشر دار الحدیث للطباعۃ والنشر قم ایران۔

32 میزان الحکمت، آیۃ اللہ محمد ری شہری، مترجم: مولانا محمد علی فاضل، ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور۔

33 مولا علیؑ مدینے میں پچیس سال، ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی، چھاپ چہارم اکتوبر 2011ء، ناشر: محفوظ بک مارٹن روڈ کراچی۔

34 مولا علیؑ کی شان میں ایک ہزار احادیث، علی رضا صابری یزدی (قم ایران)، مترجم: سید اشتیاق حسین کاظمی، سال اشاعت 2010ء، مطبع محراب پریس کراچی۔

35 تفسیر نمونہ، آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی، مترجم: سید صفدر حسین نجفی، ایڈیشن اول، مطبع: کتبہ جدید پریس لاہور۔